مرثیہ در حال حضرت امام حسینؑ

[بند ۱۳۶/]

استاذ الاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخرؔ اجتہادی

(۱)

پھر آج بحرِ طبیعت کو جوش آیا ہے
پھر آج طبع نے طوفاں غضب اٹھایا ہے
پھر آج فکر کے دریا میں غوطہ کھایا ہے
پھر آج گوہرِ درجِ مراد پایا ہے
صدف بہ مائلِ تشنیجِ قلبِ نیکو ہے
پھر آج گوہرِ مضموں سے سینہ مملو ہے

(۲)

گہر وہ آب میں، جس آب سے ہو بحر رواں
وہ بحر جس سے ہوں شرمندہ قلزمِ عماں
صدف سے نکلے جو اس بحر کے درغلطاں
خجل ہوں ان سے پری کے بھی گوہرِ دنداں
فلک پہ دیدۂ انجم کے نور ہوجائیں
جناں میں جاکے دُرِ گوشِ حور ہوجائیں

(۳)

بجاہے گر صدفِ طبع اس پہ نازاں ہے
عزیز دل کو نہ کیوں ہو، کہ فکر کی جاں ہے
ذخیرہ سینہ میں کیا ان دروں کا آساں ہے
خزینہ یہ تہہِ عرشِ خدائے یزداں ہے
شناوروں کو بھلا کوئی ہاتھ آتا ہے
بڑی تلاش میں غواص فکر پاتا ہے

(۴)

صفائی بھی دُرِ مضموں کے واسطے ہے ضرور
اسی کی ضو سے ہے شمعِ سخن کا روشن نور
اسی کی فکر سے ہوتاہے رنج کوسوں دور
اسی سے طبع کو راحت، اسی سے دل کو سرور
زباں کو کام اسی سے مدام رہتاہے
اسی سے مرکے بھی دنیا میں نام رہتاہے

(۵)

شرف زبان کو نعتِ نبیؐ سے ہوتاہے
وقار نطق کو، مدحِ ولیؑ سے ہوتاہے
سخن کو اوج ثنائے علیؑ سے ہوتا ہے
بلند نام جہاں میں اسی سے ہوتا ہے
اسی کی فکر سے دنیاودیں میں راحت ہے
جو بے زوال جہاں میں ہے یہ وہ دولت ہے

(۶)

دلوں میں اہلِ سخن کے یہی خزانہ ہے
اسی سے ٹھاٹھ فقیروں کا بھی شہانا ہے
کمیتِ خامہ اسی دشت میں روانہ ہے
اسی کا ملکِ معانی میں کارخانہ ہے
ابھی کچھ اور ہی دامن گہر سے بھرنے ہیں
علیؑ کے لال پہ یہ دُر، نثار کرنے ہیں

(۷)

زباں کے جرم مٹیں، مدح پنجتنؑ ہو بیاں
ثنائے حضرتِ محبوبِ ذوالمننؑ ہو بیاں
عطا و بذلِ شہنشاہِ بت شکن ہو بیاں
صفت بتولؑ کی اور مدحتِ حسنؑ ہو بیاں
ثنا وغائے شہ مشرقینؑ کی لکھوں
یہ دل میں ہے کہ مصیبت حسینؑ کی لکھوں

(۸)

جناب خاتمِ پیغمبراںؐ حبیبِ الٰہ
شرف یہ ان کی ہے مہر نبوت آپ گواہ
انہیں کے نقشِ قدم سے ملی ہے دین کی راہ
مروج ان سے ہوا، لا الٰہ الا اللہ
انہیں کی کوشش وکد سے بنائے کفر مٹی
انہیں کے فیض نفس سے ہوائے کفر مٹی

(۹)

انہیں سے گلشن اسلام کے ہوئی ہے بہار
ریاضِ دیں میں انہیں سے ہیں نغمہ ہائے ہزار
انہیں کے عشق میں قمری ہے سرو پر سے نثار
انہیں کے فیض سے پھلتے ہیں باغ میں اشجار
انہیں کی وجہ سے گلزار دیں کی رونق ہے
انہیں سے چرخ انہیں سے زمیں کی رونق ہے

(۱۰)

یہی ہیں سید لولاک و صاحب معراج
انہیں کے سر پہ مزین ہے دین حق کا تاج
انہیں کے بذل وعطا کے ہیں انس وجن محتاج
انہیں کے در کے ہیں ادنیٰ فقیر، شاہ بھی آج
خدا نے دونوں جہاں کی انہیں حکومت دی
پھر ان کی بعد، وہی مرتضیٰؑ کو ثروت دی

(۱۱)

نبیؐ کے عہد میں شیرِ خدا مشیر رہے
وہ بعد ان کے ہوئے شاہِ جو وزیر رہے
اب ان کے خلق میں محتاج سب امیر رہے
یہ اپنے دوست کے تاحشر دست گیر رہے
انہیں کے ساتھ ریاضِ جناں میں جائیں گے
یہی صراط پہ لغزش میں ہاتھ تھامیں گے

(۱۲)

نہالِ عشق کاان کے ثمر ہے باغ جناں
غلام ان کے غلاموں کا آپ ہے رضواں
کنیزیں حوریں ہیں خدمت کے واسطے غلماں
بیان کیا ہوں بشر سے بہشت کے ساماں
ہے دوستی جنہیں دل میں شہؑ ولایت سے
وہ شاد ہوں گے ریاضِ جناں کی نعمت سے

(۱۳)

صفاتِ حضرت زہراؑ بیان ہوں کیوں کر
کہیں تھیں مادرِ عیسیٰؑ سے زہد میں برتر
اُس ایک چادر کہنہ میں عمر کردی ہے بسر
ردائے فقر کے پیوند جس میں تھے اکثر
زمیں پہ گرتا تھا چھن کروہ نور تھا تن میں
نہاں تھا دامنِ عصمت بھی ان کے دامن میں

(۱۴)

نہ آسیا نے نہ حوّا نے یہ شرف پایا
کہ باپ خیر بشر ہو تو بیٹی خیرِ نسا
اگر جہاں میں نہ ہوتے جنابِ شیرؑ خدا
تو ان کا کفو نہ دنیا میں پھر کوئی ہوتا
شرف یہ اور کسی کو نہ کبریانے دئے
حسنؑ، حسینؑ سے بیٹے انہیں خدا دئے

(۱۵)

علیؑ کے بعد ہوئے رہنما وہ شاہِ زمن
ہوا ہے فیض سے سرسبز جن کے دیں کا چمن
کرم میں خلق میں بے مثل ہیں امام حسنؑ
خدا کے آگے سب افعال ہیں حسنؑ کے حسن
نہ بھوکا خوانِ کرم پر رہا فقیر کوئی
نہ ان کے خلق کا تھا خلق میں نظیر کوئی

(۱۶)

یہ آسمان امامت کے مہرِ انور ہیں
جناب شافعِ محشرؐ کے سبطِ اکبر ہیں
علیؑ کی جان ہیں لختِ دلِ پیمبرؐ ہیں
سخی ہیں عابد و زاہد ہیں اور دلاور ہیں
رضائے حق کا مگر دھیان تھا مدام انہیں
غرض وغا سے نہ کچھ، صلح سے تھا کام انہیں

(۱۷)

ثنا اب اس شہؑ والا کی کرتا ہوں میں بیاں
غریب وبیکس ومظلوم ہے جو شاہِ زماں
جسے وطن سے عدو نے بلایا ہے مہماں
سفر میں چین نہ جس کو ملا کسی عنواں
''دُرِ یگانۂ دریائے مجمع البحرین
بہ خوں تپیدۂ کرب و بلا امام حسینؑ''

(۱۸)

اسیرِ دامِ بلا و جفا امام حسینؑ
یم عطش کے دُرِ بے بہا امام حسینؑ
شہیدِ راہِ رضائے خدا امام حسینؑ
غریب و بیکس وبے آشنا امام حسینؑ
زمینِ گرم پہ کچھ راحت جسد نہ ملی
کہ بعد قتل بھی سوم تلک لحد نہ ملی

(۱۹)

شب دہم جو عبادت میں کی سحر شہؑ نے
سوئے فلک کی عجب یاس سے نظر شہؑ نے
ہر اک رفیق کی جا جاکے لی خبر شہؑ نے
کمالِ فکر و تردد میں کی بسر شہؑ نے
کبھی تھا دھیان غریبوں کی دستگیری کا
خیال تھا کبھی ناموس کی اسیری کا

(۲۰)

کبھی تھا وعدۂ طفلی کا اضطراب کمال
کبھی تھا بخششِ امت کا شاہؑ دیں کو خیال
کبھی جدائی احباب کا تھا رنج و ملال
کبھی تھا جوشِ شجاعت میں اشتیاقِ جدال
کبھی تھا حوصلہ تلوار آزمانے کا
کبھی تھا ولولہ گردن سے سر کٹانے کا

(۲۱)

کبھی حرم کی خبر لینے گھر میں آتے تھے
کبھی محبت انصارؑ آزماتے تھے
کبھی مدد کو عزیزوں کی رن میں جاتے تھے
کبھی پسر، کبھی بھائی کی لاش اٹھاتے تھے
قوی سبب کبھی ضعفِ بصر کے ہوتے تھے
کبھی فراق میں ٹکڑے کمر کے ہوتے تھے

(۲۲)

بیان کیا کروں میں حالِ استغاثۂ شاہؑ
حضور دیکھ کے کہنے لگے یہ سوئے سپاہ
ہے رحم دل بھی یہاں کوئی بندۂ اللہ
مصیبتوں پہ مرے جو کرے کرم کی نگاہ
کمک بلاؤں میں مظلومِ کربلا کی کرے
مصیبتوں میں مدد آلِ مصطفیؐ کی کرے

(۲۳)

سحر سے شہؑ کا یہی حال تا بہ ظہر رہا
اکیلے رہ گئے انجامِ کار ، شاہؑ ہدا
پھر آئے رخصتِ آخر کو خیمہ میں مولاؑ
درِخیام سے اہلِ حرم کو دی یہ صدا
رضا جہاد کی بنتِ بتولؑ دیں مجھ کو
میں مرنے جاتاہوں سب آکے دیکھ لیں مجھ کو

(۲۴)

جب اہلبیتِ نبیؐ نے سنی صدائے حسینؑ
کہا حرم نے کہ رخصت کو در پہ آئے حسینؑ
ہوا نہ ضبط، لگے رونے سب برائے حسینؑ
فغاں کی زینبؑ نالاں نے ہائے ہائے حسینؑ
ذرا سکینہؑ کو صورت دکھایئے بھائی
بہن نثار ہو خیمہ میں آیئے بھائی

(۲۵)

یہ کہتی آپ گئیں درپہ بہرِ استقبال
نظر پڑا انہیں خورشیدِ فاطمہؑ کا جمال
بلائیں لے کے یہ کہنے لگی وہ خستہ حال
کہاں تھے دیر سے اے شیرِ ذوالجلال کے لال
خدا نے دور کیا صدمۂ جدائی کو
یہ آنکھیں ڈھونڈ رہی تھیں بہن کی، بھائی کو

(۲۶)

خدا کا شکر، میسر ہوا مجھے دیدار
ہزار جان سے بھائی پہ یہ بہن ہو نثار
سنا کچھ آپ نے بے شیر کا بھی حالِ زار
صدائے نالہ و فریادِ شاہؑ سے یکبار
میں کیا کہوں ہوا بیتاب سن کے کیا اصغرؑ
تڑپ کے خاک پہ جھولے سے گر پڑا اصغرؑ

(۲۷)

سنا مریض نے جس وقت استغاثۂ شاہؑ
زیادہ ہوگیا اول سے اور حال تباہ
ہوا نہ ضبط تو بستر پہ کی کراہ کے آہ
عصا کو تھام کے اٹھنے لگا وہ غیرتِ ماہ
پڑا جو بارِ غم و رنج، قلبِ مضطر پر
تو اٹھ کے گر پڑے سجادؑ زار بستر پر

(۲۸)

کہا حسینؑ نے، جاتا ہوں میں انہیں کے پاس
چلے پسر کی طرف کو بصد ملال وہراس
سرہانے بیٹے کے بیٹھے امامؑ نیک اساس
ہلاکے شانہ یہ کہنے لگے بہ حسرت و یاس
وداع ہونے کو تم سے غریب آیا ہے
اٹھو اٹھو پدرِ بے نصیب آیا ہے

(۲۹)

سنی مریض نے اپنے مریض کی جو صدا
پدر کو کھول کے آنکھوں کو یاس سے دیکھا
روایتوں سے یہ ثابت ہے حالِ شاہؑ ہدا
ستم کے تیروں سے متنِ زرہ نہ تھا پیدا
نہ سمجھے وہ کہ مرا یہ پدر مسافر ہے
کیا خیال یہ کوئی سفید طائر ہے

(۳۰)

بغور کی جو رخِ سبطِ مصطفیٰؐ پہ نظر
تو جب مریض نے پہچانا یہ مرے ہیں پدر
کہا حسینؑ نے، کیا حال ہے کہو دلبر
یہ ہنس کے کہنے لگے، شکرِ خالقِ داور
مدد میں آپ کی کرتا پہ مجھ میں حال نہیں
مجھے بس اس کے سوا اور کچھ ملال نہیں

(۳۱)

کہا حسینؑ نے تم ہوگے میرے بعد امامؑ
بڑے بڑے ابھی تم کو اٹھانے ہیں آلام
اسیر کرکے یہ لے جائیں گے عدو تا شام
تمھارے ساتھ حرم ہوں گے میرے قید، تمام
ہر اک بلا میں ذرا رہنا باخبر بیٹا
وصیتوں پہ مری کیجیو نظر بیٹا

(۳۲)

اذیتیں جو لعینوں کے ہاتھ سے پانا
دعائے بد نہیں کرنا نہ غیظ میں آنا
مصیبتوں پہ گلہ بھی نہ لب تلک لانا
ہو قیدِ ظلم سے چھٹ کر مدینہ جب جانا
ہر ایک اہلِ وفا سے پیام کہہ دینا
کہ دوستوں کو ہمارا سلام کہہ دینا

(۳۳)

یہ کہنا کیا کہوں ہم پر ہوئے جو، جور وجفا
ستمگروں نے حرم کو مرے اسیر کیا
تمہارے واسطے پیاسے نے سر کو کٹوایا
رہے خیال ہمارا یہی ہے شرطِ وفا
رسولِؐ حق کے نواسے کو یاد کرلینا
ملے جب آب تو پیاسے کو یاد کرلینا

(۳۴)

کچھ اور راز، امامت کے پھر کئے تعلیم
اٹھے جو پاس سے بیمار کے امامِؑ کریم
ہوا مریض کو ہجرِ پدر کا رنجِ عظیم
دوبارہ غش ہوئے بستر پہ پھر بحالِ سقیم
روانہ آپ ہوئے ضبط کرکے رونے کو
بہن کے پاس پھر آئے وداع ہونے کو

(۳۵)

کہا حسینؑ نے تاخیر ہو نہ مرنے میں اب
کہو حرم سے کہ مل کر وداع ہو لیں سب
لے آؤ اصغرؑ بے شیر کو تم اے زینبؑ
گئیں وہ جانبِ گہوارہ با ملال وتعب
مآل سوچ کے بنت بتولؑ گھبرائیں
اٹھا کے جھولے سے اصغرؑ کو گود میں لائیں

(۳۶)

یہ راستے ہی میں ناموسِ مصطفیؐ سے کہا
لو آؤ بیبیو! جاتے ہیں رن کو شاہؑ ہدا
غضب ہے اصغرؑ ناداں بھی بہرِ قتل چلا
یہ سن کے شاہؑ کو رانڈوں نے آکے گھیر لیا
حرم جو روتے تھے بیتاب ہوکے سرورؑ کو
حضور دیتے تھے تسکیں ہر ایک مضطر کو

(۳۷)

بہ مہر کہتے تھے ایک ایک سے کہ صبر کرو
ابھی میں جیتا ہوں تم اتنی بیقرار نہ ہو
سپرد کرتا ہوں گھر بار اپنے خالق کو
کہا بہن سے کہ بے شیرؑ کو مجھے دے دو
رہِ خدا میں تمنا تھی کیا شہادت تھی
ہمک کے آپ ہی گودی میں آئے حضرتؑ کی

(۳۸)

حسینؑ گود میں بے شیرؑ کو جو لے کے چلے
غمِ فراق سے ماں کے دل وجگر بھی جلے
سروں کو پیٹ کے حسرت سے ہاتھ سب نے ملے
فغاں یہ ماں کی تھی افسوس تم نہ پھولے پھلے
کہیں صغیروں پہ ایسا ستم نہیں ہوتا
کہ اتنی عمر کا پودا قلم نہیں ہوتا

(۳۹)

حرم سرا سے نکل کر جو باہر آئے جناب
بڑھے لئے ہوئے معصوم کو قریب عقاب
لکھا ہے بنتِ علیؑ نے جو رو کی آ کے رکاب
حضور جنگ کو زیں پر ہوئے سوار شتاب
وغا کا شکل مجاہد امیدوار کیا
فرس پہ اصغرؑ ناداں کو بھی سوار کیا

(۴۰)

روانہ رن کو ہوا یوں وہ خاصۂ قیوم
فرس نے اپنی فراست سے کرلیا معلوم
کہ میری پیٹھ پہ ہے اوربھی کوئی معصوم
سنبھل سنبھل کے روانہ ہوسوئے فوجِ شوم
قدم زمیں سے اٹھے ناز میں پری کی طرح
ٹھہر ٹھہر کے چلا نبض ممتلی کی طرح

(۴۱)

مثالِ موجِ یمِ طبع راہوار بڑھا
اشارہ بادِ صبا سے یہ باد پانے کیا
پئے صغیر، میں تھم تھم کے رن کو ہوں جاتا
لے آج برسوں کا ارماں نکل گیا تیرا
شرف وہ لے جو سواریٔ شہؑ سے لینا ہے
رکاب تھام لے میری جو ساتھ دینا ہے

(۴۲)

پہنچ گئے جو قریں فوج کے امامؑ زماں
اٹھایا ہاتھوں پہ بچہ کو با دلِ نالاں
کیا یہ آپ نے کس دردِ بیکسی سے بیاں
تمہارے زعم میں عاصی ہے گر یہ تشنہ دہاں
نہ دو حسینؑ کو پانی اگر ضرور نہیں
اِسے دو آب، کہ اس کا تو کچھ قصور نہیں

(۴۳)

نہیں ہے فوج میں کیا کوئی صاحبِ اولاد
سنے جو لاکھوں میں مجھ سے غریب کی فریاد
بغیر آب جئے گا نہ اصغرؑ ناشاد
میں مانگتا نہیں اپنے لئے، اے اہلِ عناد!
ہٹا میں جاتا ہوں اس کو لٹا کے اے یارو
تم اپنے ہاتھ سے پانی اسے پلاجاؤ

(۴۴)

فغانِ شہؑ سے ہوا فوج کیں میں حشر بپا
جگر کو تھام کے اک ایک سے یہ کہتا تھا
بہت صحیح یہ کہتاہے ابن شیرِ خدا
کہ اس صغیر کو پانی ضرور ہے دینا
بغیرِ آب جہاں سے نہ اب گذر جائے
خدا کا خوف کرو یہ کہیں نہ مرجائے

(۴۵)

فغانِ شہؑ سے تلاطم ہوا میانِ سپاہ
کہا عمر نے یہ شمرِ شریر سے ناگاہ
بڑا اثر ہے زبانِ امامؑ میں واللہ
ہو قطع اب کسی تدبیر سے کلامِ شاہؑ
اٹھا کے تیر و کماں حرملہ شریر بڑھا
نکل کے چلّے سے ناوک، سوئے صغیر بڑھا

(۴۶)

کہا حسینؑ نے بے شیر سے کہ ماہ لقا
عدو پہ تم بھی تو حجت کرو تمام ذرا
یہ سن کے اصغرؑ ناداں نے منہ کو کھول دیا
غضب ہوا کہ گلے پر خدنگ آ کے پڑا
بھلا وہ تیر سہ پہلو کجا، کجا بے شیر
تڑپ کے دستِ پدر پر الٹ گیا بے شیر

(۴۷)

امامؑ پاک نے چلو لہو سے جلد بھرا
فلک پہ پھینکنا چاہا جوشہؑ نے آئی ندا
لہو یہ پھنکا تو قطرہ کبھی نہ برسے گا
زمین پہ پھینکنا چاہا تو یہ زمیں نے کہا
نہ پھینکیے گا یہ بچے کا خونِ حلق کبھی
نہ ہوگا حشر تلک دانہ مجھ سے خلق کبھی

(۴۸)

بتاؤ اب شہِؑ مظلوم کیا کریں تدبیر
کہ ہر طریق سے مجبور ہوگئے شبیرؑ
خود اپنے منہ پہ ملا خونِ گردنِ بے شیر
بصد ملال یہ کہنے لگے شہِؑ دلگیر
عوض میں لوں گا قیامت کے روز اعدا سے
یونہی کروں گا ملاقات اپنے نانا سے

(۴۹)

فرس سے خاک پہ اترے بصد ملال وبکا
گڑھا بصورت قبر ایک آپ نے کھودا
لہو بھرا ہوا کرتا عوض کفن کے ملا
پسر کو رکھ کے زمیں کو حسینؑ نے سونپا
لحد صغیر کی اشکوں سے شہؑ بھگو کے اٹھے
بقیہ دولتِ اولاد کو بھی کھو کے اٹھے

(۵۰)

میانِ لشکرِ غدار غل ہوا اک بار
کسی کو بھیجیئے میداں میں یا شہِؑ ابرار
اگر نہیں ہے وغا کے لئے کوئی جرار
تو پھر حضور ہی کاٹھی سے کھینچ لیں تلوار
جری وغا کو ہیں مضطر مجادلہ ہو کہیں
کریں شہید تمہیں بھی تو فیصلہ ہو کہیں

(۵۱)

ہے شاق آپ کا جینا اب اے امامِؑ انام
بغیر قتل کئے ہم کو خواب و خور ہے حرام
بسا ہوا ہے دلوں میں تصورِ انجام
کسی کو تین شبوں سے ملا نہیں آرام
کبھی نہ چھوڑیں گے بغض وحسد کی باتوں کو
اِسی خیال میں سوئے نہیں ہیں راتوں کو

(۵۲)

علی الخصوص وغا کے ہیں صبح سے مشتاق
انہیں ہے شوق سوا جو ہیں جنگ کے مشّاق
بہادروں کو ہے اب دیر ایک دم کی بھی شاق
وغائے حیدرِؑ صفدر ہے شہرۂ آفاق
فنونِ جنگ وجدل میں کمال ہے کہ نہیں
حضور میں بھی علیؑ کا جلال ہے کہ نہیں

(۵۳)

کہا یہ شہؑ نے شہادت کا خود میں ہوں مشتاق
وصالِ حق ہو، جو ہوجائے روح وتن میں فراق
عبث ہے زندگی تم سب کو مجھ غریب کی شاق
یہ معرکہ بھی جہاں میں ہے شہرۂ آفاق
وہ کھیت آج پڑیں گے کہ جو پڑے نہ کبھی
علیؑ بھی پیاس میں دو دن کی یوں لڑے نہ کبھی

(۵۴)

میں کیا لڑوں نہیں صدموں سے مجھ میں ہوش وحواس
کمر کی، ہاتھ کی طاقت تو لے گئے عباسؑ
دکھائی اب نہیں دیتا، نہیں جو اکبرؑ پاس
مگر حسینؑ کو مرنے کا کچھ نہیں ہے ہراس
ہے بچپنے ہی سے جنگ وجدل کا ذوق مجھے
ازل سے اپنی شہادت کا خود ہے شوق مجھے

(۵۵)

خدا سے عہد شہادت نہ گر کیا ہوتا
ذرا دکھاتا تماشہ پھر اپنے لڑنے کا
لڑوں گا اتنا کہ جتنا مجھے ہے حکمِ خدا
وگر نہ امتِ جد سے کبھی نہ کرتا وغا
سوائے قتل نہیں شوق، جنگ سے مجھ کو
خدا کے حکم نے مجبور کردیا مجھ کو

(۵۶)

یہ کہہ کے غیظ میں کاٹھی سے کھینچ لی تلوار
مثالِ برق جو چمکی وہ تیغ شعلہ بار
جگر لرز گئے، آنکھیں جھپک گئیں اک بار
برش تھی قہر کی کٹ کٹ گئے نظر کے تار
مقابلہ کرے کیا کوئی تیغ حیدرؑ سے
دوچار ہو نہ سکیں آنکھیں چشم جوہر سے

(۵۷)

حسامِ ابروِ سبط نبیؐ کھنچی اول
خطر سے ہوگئے زخمی قلوبِ اہلِ دغل
پڑی تھی لشکر ہوش وحواس میں ہلچل
ہوا بغیر لڑائی کے ملکِ دل پہ عمل
سزائے کبر ملی رعبِ شہؑ سے اعدا کو
جلال و غیظ نے کشتہ کیا تمنا کو

(۵۸)

قدم سپاہ کے اٹھنے ہی کو تھے ہیبت سے
مگر وہ بھاگتے کیوں کر اجل تھی گھیرے ہوئے
زناں بھی دیتی تھیں ترغیب جنگ کو طعنے
طرح طرح کے بجے فوجِ ظلم میں باجے
بہم یہ سب ہوئے ترغیب اشقیا کے لئے
بڑھا کے لے گیا جوشِ وغا، وغا کے لئے

(۵۹)

جو دل بڑھے تو سپاہِ عدو کے دَل بھی بڑھے
رگوں میں خوں کی طرح صف سے پُردغل بھی بڑھے
صدا شکست نے دی بڑھ کے ساتھ اجل بھی بڑھے
حسام تولے ہوئے شاہؑ بے بدل بھی بڑھے
کہا یہ موت نے ہمراہ میں بھی آتی ہوں
میں ہی تو گھیر کے میداں میں ان کو لاتی ہوں

(۶۰)

ہے میری تیغ سے بھی تیز شاہؑ کی تلوار
تنوں سے گردنیں کاٹے گی یہ مثالِ خیار
صدا بلند کریں گے پناہ کی غدار
احاطہ فوج کا میں نے کیا نہیں بے کار
میں اپنے دام بچھائے ہوں قید کرنے کو
اسد کے منہ پہ میں لائی ہوں صید کرنے کو

(۶۱)

محیط، فوج ہوئی رن میں یہ خدا کی پناہ
اِدھر سے اڑ کے اُدھر جاسکے نہ مرغ نگاہ
کبھی ملی نہ ہوا کو بھی جس کے بیچ میں راہ
سیاہیٔ دلِ کفار تھا سوادِ سپاہ
سیہ گھٹا تھی کہ ڈھالیں سیاہ کاروں کی
تڑپ بھی برق سے کم تھی نہ راہواروں کی

(۶۲)

تھے فوجِ ظلم کے یوں بیچ میں امامِ زماں
گھرا ہو ہالے میں جس طرح سے مہہ تاباں
مگر اسیر تھی باایں ہمہ سپاہ گراں
اسے تھا گھیرے ہوئے قہرِ خالقِ یزداں
سقر کی راہ کو ظالم بدل نہیں سکتے
اب اس احاطہ سے باہر نکل نہیں سکتے

(٦٣)

بریدہ کرتی تھی سر ذوالفقار چار طرف
پرے اِدھر کے گرائے، اُدھر کی توڑی صف
جو تیغ کھینچ کے آتے تھے ابن، شاہِ نجف
سہامِ خوف سے ہوتے تھے دل عدو کے ہدف
دو ٹکڑے ہوتی تھیں ڈھالیں جدھر یہ مڑتے تھے
سیاہ ابر کے لکے ہوا میں اڑتے تھے

(٦٤)

وہ آبدار تھی تیغِ امامؑ بحروبر
ڈبودی جس نے بیاباں میں کشتیِ لشکر
مثالِ برق تھی اس آب میں بھی شعلہ ور
کہ جس کی آنچ سے جلتے تھے ناریوں کے جگر
بلند لشکرِ شر میں صدائے آہ ہوئی
پڑا جو سایہ تو جل کر زمیں سیاہ ہوئی

(٦٥)

ملی گلے سے جو یہ آبدار و شعلہ ور
جلا کے تارِ نفس خوں اڑایا مثلِ شرر
لگا کے آگ رگوں میں وہ فتنۂ محشر
بجھا کے آب سے مثلِ سحاب کرتی تھی تر
جلی کٹی کی بھی ہر بات یوں تو حاصل تھی
مگر لگانے بجھانے میں فردِ کامل تھی

(٦٦)

میانِ دشتِ وغا ایک تہلکہ ہے بپا
ہے آبِ تیغ کا طوفاں لبِ فرات اٹھا
برش کا شور ہے یا ہے یہ باڑھ پر دریا
جنابِ خضرؑ بھی الیاسؑ بھی ہیں محوِ ثنا
یہ نابِ جادۂ و موجِ فنا سے ہمسر ہے
علیؑ کی تیغ کا قبضہ بھی بحر و بر پر ہے

(٦٧)

کسی کو قبضہ سے تلوار نے ہلاک کیا
سپر کے گردہ کو، سینہ کو، اس نے چاک کیا
تمام عمر کے قصہ کو دم میں پاک کیا
جلا کے آنچ سے ان ناریوں کو خاک کیا
جو نہر کے تھے موکل انہیں پکارتی تھی
کہ سوکھے گھاٹ یہ اک ایک کو اتارتی تھی

(٦٨)

ہوائے تیغ میں اڑتے ہیں فرقِ فوجِ گراں
سوئے فرات کٹی گردنوں سے خوں تھا رواں
وغا کے بن سے فراری نکل کے جاتے کہاں
پھنسے تھے موت کے پنجہ میں دشمنِ ایماں
لہو سے لال حسامِ علیؑ کا دامن تھا
قضا کا ہاتھ تھا، نامردوں کا گریباں تھا

(٦٩)

جھکی نہ تیغ، صفت شاخِ باردار ایسی
تڑپ میں برق سے بڑھ کر تھی بے قرار ایسی
تھے اشک، دیدۂ جوہر میں آبدار ایسی
کمر میں شاہؑ کے رہتی تھی، ذی وقار ایسی
شرف نہیں یہ کسی حور میں، پری رو میں
رہا یہ کرتی ہے راتوں کو، شہؑ کے پہلو میں

(٧٠)

رکی نہ کاملوں سے جو وہ باکمال ایسی
مثال جس کی نہیں ہے وہ بے مثال ایسی
پری بھی جس سے خجل ہے وہ خوش جمال ایسی
دلہن بنی ہے لہو میں، ہوئی ہے لال ایسی
نکھر کے گیسوئے جوہر جو حسن دیتے ہیں
حسینؑ پیار سے قبضہ کو چوم لیتے ہیں

(۷۱)

چھلاوہ وقتِ وغا ہے، یہ راہوار نہیں
مقابل اس کے کوئی آہوئے تتار نہیں
اسد کی طرح یہ کب مائلِ شکار نہیں
مثالِ تیغ اسے ایک جا قرار نہیں
صفوں پہ برق کے مانند کوندتا ہے فرس
مثالِ سبزۂ بیگانہ روندتا ہے فرس

(۷۲)

کمر بھی کٹتی تھی شمشیرِ شہؑ سے گردن بھی
عدو کی دوست بھی اپنی غرض پہ دشمن بھی
فرات لال ہے کشتوں کے خوں سے اور بن بھی
تلی ہے تیغ بھی جنگ وجدل پہ توسن بھی
بہایا خون جو اُس نے تو دم لیا اِس نے
گرایا تیغ نے جس کو کچل دیا اِس نے

(۷۳)

سحاب، اوج پہ پستی میں آب ہے رہوار
خرامِ ناز پری کا، اسی کی ہے رفتار
فلک پہ اڑنے کو مانندِ طیر ہے تیار
لئے ہے فوج کو کاوہ میں صورتِ پرکار
یہ جست وخیز یہ چھل بل نہیں چکاروں میں
نظر کی طرح سے پھرتا ہے یہ اشاروں میں

(۷۴)

جہاں کے اسپ نہ کیوں کر ہوں اس فرس پہ نثار
ہے یہ حبیبؑ الٰہی کے عہد کا رہوار
سوار اس پہ بزرگانِ دیں ہوئے ہیں چار
جنابِ احمدؐ وسبطینؑ وحیدرِؑ کرار
یہ ابتدا میں فرس تھا حبیبؐ باری کا
ہوا حسینؑ پہ بس خاتمہ سواری کا

(۷۵)

لکھا یہ ہے کہ پسِ قتلِ خسروِ کونین
نہ ایک دم بھی لیا اسپِ باوفا نے چین
حرم سرا کو روانہ ہوا یہ شور و شین
صدا سے بی بیاں سمجھیں کہ آئے در پہ حسینؑ
یہ حال دیکھا سکینہؑ نے جب قریب آئیں
کہ کوتل اسپ ہے، باگیں کٹی ہوئی پائیں

(۷۶)

کہا پھوپھی سے سکینہؑ نے کیا غضب یہ ہوا
لہو سے لال ہے سب زین مرگئے بابا
یہ سن کے ہوگیا سیدانیوں میں حشر بپا
قلق سے اسپ بھی در پر جبیں پٹکنے لگا
اسی ملال والم میں گذر گیا آخر
پٹک پٹک کے وہ سر در پہ مرگیا آخر

(۷۷)

یہیں تلک مجھے منظور تھا بیاں اس کا
درِ حضور سے پھر آیا سوئے دشتِ وغا
یہاں تھا غیظِ حسینی وہی، وہی حملہ
وہی تھا تیغ کا عشوہ وہی فرس کی ادا
حسامِ تیز کا تھا بابِ فتنہ باز وہی
صفت پری کی فرس کا خرامِ ناز وہی

(۷۸)

کچھ اور برشِ شمشیر کا ابھی ہے بیاں
قیامت آئی جدھر کو چلی وہ آفت جاں
سپر کے ساتھ اشارے میں کاٹے خودِ گراں
گری سروں پہ، تو دریا کیا لہو کا رواں
کٹیں جو گردنیں، جسموں سے دور فرق ہوئے
گلے گلے یمِ خوں میں شریر غرق ہوئے

(۷۹)

دو نیم سر کئے شہؑ نے کبھی، کبھی مِغفر
ہجومِ عام میں چاروں طرف تھی ایک نظر
اِدھر عتاب میں جھپٹے کبھی، کبھی یہ اُدھر
کسی کا خوف سے لرزاں تھا دل، کسی کا جگر
حضور میسرہ پر میمنہ سے جاتے تھے
پلٹ کے میمنہ والے ادھر کو آتے تھے

(۸۰)

اسد کے حملوں سے فوجِ عدو میں ہے ہلچل
جو دوڑ دوڑ کے بھاگے، گرے وہ منہ کے بل
کوئی یہ کہتا ہے اے جان میرے تن سے نکل
دلوں پہ خوب کیا رعبِ شہؑ نے اپنا عمل
تھے مثلِ حیدرِؑ صفدر جو حملے سرورؑ کے
قدم بھی اٹھ گئے بے اختیار لشکر کے

(۸۱)

خیالِ ہیبتِ شہؑ سے ہر ایک مضطر تھا
نہ مطمئن کوئی سردار تھا، نہ افسر تھا
کوئی ہراس سے حیراں ،تو کوئی ششدر تھا
وہ بھاگے جاتے تھے، جن کو کہ جان کا ڈر تھا
اماں اماں کوئی بے ساختہ پکار اٹھا
اٹھا غبار تو میداں سے بے قرار اٹھا

(۸۲)

جب افسروں نے یہ دیکھی تباہیِ لشکر
نکل کے خیموں سے آئے صفوں میں گھبرا کر
پکارتے تھے شجاعوں کو بادلِ مضطر
کوئی نہیں جو کرے اس مہم کو آ کے سر
مقامِ شرم ہے، گھونگھٹ سپہ نے کھایا ہے
مدد کا وقت ہے نامِ امیر مٹتا ہے

(۸۳)

عجب ہے یہ کہ دلیروں نے سیکھا شیوۂ زن
بھلا دیا ہے سبھوں نے بہادری کا چلن
غضب ہے، لاکھوں ہیں سیراب ایک تشنہ دہن
لڑو حسینؑ سے یارو پہن پہن کے کفن
کسی کا پاؤں نہ میدانِ جنگ سے سرکے
دکھا دو جرأتیں میداں میں آج مرمر کے

(۸۴)

ہزار بھی جو کریں قتل شہؑ بفرض محال
اکیلا لاکھوں سے کب تک کرے گا جنگ وجدال
ضرور ہوگا شہید آج فاطمہؑ کا لال
امیرِ شام کا روشن ہے کوکبِ اقبال
صفوں میں اب کوئی کیا پہلوانِ شام نہیں
شہید پیاسے کا کرلینا کوئی کام نہیں

(۸۵)

بہادروں نے بگڑ کر یہ افسروں سے کہا
ہمیں نہیں ہے، تمھیں تو بہت ہے شرم وحیا
تمھیں کرو تنِ تنہا سے جا کے رن میں وغا
تمہاری ہے یہ خطا کچھ نہیں کسی کی خطا
یونہی بگڑتی ہے تقدیر جب بگڑتی ہے
کبھی سنا ہے کہ بے سر کے فوج لڑتی ہے

(۸۶)

سب اپنے خیموں میں راحت میں اور خوشی میں رہے
مذاق میں رہے آپس کی دل لگی میں رہے
مثالِ مستِ سدا شغلِ مئے کشی میں رہے
خبر لے فوج کی، یہ ہوش بھی کسی میں رہے
تھما گیا نہ ہزیمت اٹھا کے لشکر سے
اب آئے ہوش جو نشہ ہرن ہوا سر سے

(۸۷)

بس انتظار اسی کا بہادروں کو تھا
کوئی تو آکے کرے وارثِ فوجِ جفا
صفیں جماؤ نئے سر سے پھر سپہ کی ذرا
ابھی تو جاتے ہیں رن میں دلیر بہرِ وغا
نہ اپنے نام مٹائیں گے وہ جو نامی ہیں
بڑے بڑے ابھی نام آورانِ شامی ہیں

(۸۸)

صفیں جمانے لگا فوج کیں کا ہر افسر
درست ہوگیا ترتیب سے جو پھر لشکر
نکل کھڑا ہوا میداں کو ایک بانئ شر
قوی تھا مرحب وعنتر سے جو یلِ خود سر
غرور و کبر میں رکھتا نہ تھا جواب اپنا
جو کرگدن تھا طلب وہ کیا عقاب اپنا

(۸۹)

سوار ہوکے کیا اسپِ تیز کو جولاں
مئے غرور کی آنکھوں سے کیفیت تھی عیاں
کیا بگڑ کے بنِ سعد سے یہ اس نے بیاں
ترے سبب سے فراری ہوئے یہ فوج گراں
کلامِ سخت کا اس وقت پھر مزا ہوتا
تجھے رئیس ، زباں سے نہ گر کہا ہوتا

(۹۰)

ہے جیسا آپ ، سمجھتا ہے سب کو تو ویسا
میں دل چرا کے وغا سے نہ ڈر کے بھاگا تھا
تمام فوج تھی بھاگی ، میں ایک کیا کرتا
یہ کچھ ضرور نہیں ، ایک ساں ہو دل سب کا
بہادری میں مساوی مگر دلاور ہیں
مثل ہے، انگلیاں پانچوں کہیں برابر ہیں

(۹۱)

کہا عمر نے تو اس رمز سے نہیں آگاہ
فقط کلام یہ تہدید کو تھے بہرِ سپاہ
کہ چھوڑ کر رہِ جرأت نہ اور لے کوئی راہ
فراریوں میں تجھے کہتا میں معاذ اللہ
دلیر بات پہ مرتے ہیں، جان کھوتے ہیں
کہیں جہان میں تجھ سے شجاع ہوتے ہیں

(۹۲)

کیا ہے تونے جو قصدِ وغائے سبطِ نبیؐ
بہادری یہ کسی سے بھی ہو نہیں سکتی
مجھے یقین ہے، پائے گا فتح شہؑ پہ توہی
جدا کرے گا توہی تن سے فرقِ ابنِ علیؑ
ضرور آج لڑائی تمام ہونی ہے
رقم یہ فتحِ وغا تیرے نام ہونی ہے

(۹۳)

امیر تک جو گئی قتلِ شاہِؑ دیں کی خبر
کھلے گا نام بھی جلاد کا ضرور اس پر
کرے گا باغِ نبیؐ کو تو پائمال اگر
تجھے نہال وہ کر دے گا، دے کے سیم وزر
کچھ اور دولت وثروت تری سوا ہوگی
امیرِ شام سے جاگیر بھی عطا ہوگی

(۹۴)

یہ سن کے نشۂ دولت سے چور چور ہوا
کہا یہ طمع نے لڑنا تجھے ضرور ہوا
ہوا جو سرمیں بھری مائل غرور ہوا
روانہ قصدِ وغا سے سوئے حضور ہوا
فرس بھی برق صفت بیقرار آتاہے
کہا اجل نے اسد سے، شکار آتاہے

(۹۵)

یہاں تھا دیر سے حضرتؑ کو اشتیاقِ جدال
قریبِ شیر کے اتنے میں آگیا وہ شغال
تھی انتہا سے سوا لغو ابتدائے مقال
کہا حضور سے پہلے کچھ آپ کیجئے سوال
حیاتِ شہؑ کا نہ نقشہ کہیں بدل جائے
میں چاہتا ہوں کہ ارمانِ دل نکل جائے

(۹۶)

کہا یہ آپ نے، ہاں ایک ہے سوال مرا
قبول اس کو کرے گا تو اے عدوئے خدا؟
کیا شقی نے جو وعدہ، تو شہؑ نے فرمایا
امام جان کے بیعت کو میری ہاتھ بڑھا
کہا شقی نے کہ ایماں نہیں میں لایا ہوں
امامِ دیں کا سمجھ کر شہید کرتا ہوں

(۹۷)

میں ایک مردِ جری ہوں وغا ہے کام مرا
بہادروں میں اسی تیغ سے ہے نام مرا
فریب و مکر سے خالی نہیں کلام مرا
مگر یزید ہی دنیا کا ہے امام مرا
امام، دیں کا تمہیں نام کو سمجھتا ہوں
امیرِ شام کا خادم ہوں زر کا بندہ ہوں

(۹۸)

کہا یہ آپ نے گر ہے شقی تو بندۂ زر
تو ضربِ تیغ سے میری تجھے نہیں ہے مفر
اجل کے خوف سے بھولے گا سب وغا کے ہنر
فریب مجھ سے چلے گا ترا، نہ بانئ شر
عبث غرور تجھے ہے گمانِ باطل پر
پڑے گا سکہّ مری ضرب کا ترے دل پر

(۹۹)

لٹے گا خود زرِ جاں رہزنِ اجل سے ترا
رہے گا نام ونشاں بھی نہ خلق میں اصلا
ہوائے تیرِ قضا سے مٹے گی حرص و ہوا
مری حسام سے جاگیرِ قبر پائے گا
یہ دفعتاً تجھے ہم خاک میں ملادیں گے
درم بھی داغِ جگر کے نہ ہاتھ آئیں گے

(۱۰۰)

زباں کا کام یہاں کیا، عبث ہے قیل وقال
سپہ گری کے دمِ جنگ کچھ دکھادے کمال
کدھر ہے دھیان ترا اور کدھر ترا ہے خیال؟
زیادہ مشق ہو جس حربہ میں وہ حربہ سنبھال
نہ فرق آئے سنانوں کی سرفرازی میں
چلیں زبان سے طعنے بھی نیزہ بازی میں

(۱۰۱)

اڑیں شرارے ہوا پر، لڑے سناں سے سناں
ہوا پہ لڑتے ہیں دو سانپ، ہو یہ سب کو گماں
کھلیں بندھے ہوئے یوں بند، ہو ہر اک حیراں
زباں دراز ہیں نیزے لڑے زباں سے زباں
زمیں پہ ایک ہو نیزہ تو ایک سر پر ہو
سناں کی نوک پہ گردش میں ایک مغفر ہو

(۱۰۲)

اُدھر سے آئے وہ نیزہ، یہ نیزہ جائے اُدھر
لچکتا سینہ پہ وہ آئے، جائے یہ سر پر
سناں کی طرح سے لڑتی رہے نظر سے نظر
کسی کا خوف سے برچھی کی طرح کانپے جگر
وغا سے دل بھی کسی کا ہٹے قدم کی طرح
کسی کا ٹوٹ کے نیزہ گرے قلم کی طرح

(۱۰۳)

چرائے دل کوئی، لڑنے سے ہو کسی کو امنگ
ہو سرخ رو کوئی، رخ کا کسی کے زرد ہو رنگ
اسی طرح پسِ نیزہ ہو ناوکوں سے جنگ
کوئی ہدف کرے، کوئی ہوا پہ جائے خدنگ
کماں سے تیر، جگر کو کوئی روانہ ہو
کسی کا تیر، ملامت سے دل نشا نہ ہو

(۱۰۴)

دو چار دل سے ہو اک تیر وقتِ دار و گیر
حریف تک بھی کسی کا نہ آسکے کوئی تیر
ہوائے تیر نہ اک کھائے ایک ہو نخچیر
نہ علم تیر میں نہ جہل میں ہو اک کا نظیر
کسی کے تیروں سے غربال کوئی تن ہوگا
کسی پہ خود لبِ سوفار خندہ زن ہوگا

(۱۰۵)

کسی کے تیر سے ہوگی حریف کو نہ اماں
کسی کی چٹکی سے جاتی رہے گی تاب وتواں
وغا کے جوش سے پیری میں ایک ہوگا جواں
کسی کا خوف سے برعکس ہوگا حال عیاں
لڑے گا شیب میں تن کر کوئی جواں کی طرح
جھکے گا پیر سا کوئی جواں کماں کی طرح

(۱۰۶)

بنائے گوش تلک چلّہ کوئی کھینچے گا
کسی کی آنکھوں کو سوفار بھی نہ سوجھے گا
کوئی خدنگ نشانے پہ جاکے بیٹھے گا
کوئی نشانہ کسی کا نہ تیر اڑائے گا
قلم کرے گا خدنگوں کو ذی وقار کوئی
کرے گا کام نہ تیرِ خطا شعار کوئی

(۱۰۷)

کہا شقی نے یہ آلاتِ حرب ہیں بیکار
پسند آتی ہے مردِ دلیر کو تلوار
اسی کی ملتی ہوئی سیم وزر سے ہے جھنکار
اسی کی ہوتی ہے آواز گوشِ دل کے پار
اسی سے نظم ہے سب خسرووں کی شاہی کا
اسی سے نام زمانہ میں ہے سپاہی کا

(۱۰۸)

کہا حضور نے سچ ہے یہ سب تری گفتار
مگر ہے آنچ اسی کی بلا کی اے غدار
اسی کے خوف سے نامرد ہوتے ہیں گے فرار
پسند گر ہے تو کیوں کھینچتا نہیں تلوار
مری حسام کا چورنگ اے شقی ہوگا
زیادہ ہم سے کوئی تیغ کا دھنی ہوگا

(۱۰۹)

سنا تو ہوگا مکرر یہ تو نے اے غدار
علیؑ کے واسطے اتری ہے چرخ سے تلوار
صدا فلک سے یہ آئی دمِ وغا اک بار
نہ ایسی تیغ کوئی ہے نہ ایسا ہے جرار
مرے بھی وار وہی ہوں گے، کارزار وہی
کھنچی ہے ہاتھ میں میرے یہ ذوالفقار وہی

(۱۱۰)

یہ سن کے جنگ سے بزدل کا جی ہی چھوٹ گیا
بندھا تھا رشتۂ امید جو، وہ ٹوٹ گیا
متاعِ ہوش کو قزاقِ رعب لوٹ گیا
کہا شقی نے یہہ دل میں نصیب پھوٹ گیا
دھنی جو تیغ کا ہے، اس شہِ زماں سے کہا
وغائے تیغ کو، کمبخت کیوں زباں سے کہا

(۱۱۱)

علیؑ کے لال سے کیوں کر مقابلہ ہوگا
کیا جو وار تو پھر تنگ حوصلہ ہوگا
نصیب جنگ و جدل کا کسے صلہ ہوگا
چلے گی تیغ تو اک دم میں فیصلہ ہوگا
خدنگ ونیزہ سے اے کاش میں وغا کرتا
گر اور کچھ نہیں، کچھ دیر تو لڑا کرتا

(۱۱۲)

کہا حسینؑ نے لڑنا ہے گر تو لے شمشیر
ہمارے ہاتھ سے بچنے کا اب نہیں ہے پیر
فرار کی بھی نہ جب اس کو بن پڑی تدبیر
بڑھا یا ہاتھ سوئے قبضہ اس نے بے تاخیر
نہ ولولے سے، نہ کچھ آن بان سے کھینچی
شقی نے، جبر سے تلوار میان سے کھینچی

(۱۱۳)

کہا حضورؑ نے پہلے تو کرلے اپنا وار
مری حسام سے بچنے کا پھر نہیں غدار
جھجک کے سر پہ لگائی شریر نے تلوار
سپر پہ روک کے بولے یہ سیدِ ابرار
کٹی نہ ڈھال بھی یہ ننگ و عار کیا کم ہے
نہ تیرے ہاتھ میں کس ہے، نہ تیغ میں دم ہے

(۱۱۴)

کئے پھر اور بھی دو ایک وار جھنجلاکر
سپر پہ گانٹھے،کبھی ردکئے ز روئے ہنر
پڑا نہ ڈھال پہ خط بھی تو وہ ہوا ششدر
کہا حضورؑ نے، لے روک اب یہ تیغِ دوسر
بڑھی جو کاٹ کے سر، نافِ بد گہر کاٹی
پلٹ کے آئی، توسفاک کی کمر کاٹی

(۱۱۵)

جو اس طریق سے چورنگ اس شقی کو کیا
حسینؑ شکرِ خدائے قدیر لائے بجا
پھر ایک ایک صفوں سے نہ بہر جنگ بڑھا
چہار فرقہ ہوئے بہرِ قتلِ شاہِؑ ہدا
اٹھا کے تیر و کماں، لیس ہوگئے رن میں
جوسنگ دل تھے،وہ پتھر بھرے تھے دامن میں

(۱۱۶)

صدا فلک سے یہ آئی کہ وقت اب ہے اخیر
یہ سن کے ہوگئے آمادہ قتل پر شبیرؑ
لئے تھا نیزہ و شمشیر ایک جم غفیر
چہارمی کا میں احوال کیا کروں تحریر
جھکائے سرشہؑ دیں محوِ یادِ باری تھے
غضب ہے،سوختہ ہیزم لئے وہ ناری تھے

(۱۱۷)

کیا نہ آپ نے حملہ نہ تھا جو حکمِ خدا
وگرنہ پھر اسی صورت سے بھاگتے اعدا
وغامیں زخم بھی کھائے توتشنگی ہے سوا
ہے دل میں جامِ شہادت کا اشتیاق بڑا
رسولِؐ حق کے نواسے کو آ کے گھیر لیا
تمام فوج نے پیاسے کوآ کے گھیر لیا

(۱۱۸)

جنودِ ظلم میں برپا ہوا یہ شور و شغب
یہ شیر فوج میں گھر کے نکلنے پائے نہ اب
وگر نہ ہاتھ نہ آئے گا پھر یہ ضیغمِ رب
ابھی تو دیکھ چکے ہو وغائے شاہِؑ عرب
جلال و غیظ میں غصہ میں آ کے قتل کرو
چہار سمت سے حربے لگا کے قتل کرو

(۱۱۹)

عدوئے جاں ہوئے آمادۂ جفا و ستم
ہزاروں ہوگئیں تلواریں فوجِ کیں میں الم
اٹھا کے تیر بڑھے صف سے بانیٔ ظلم
سہام لاکھوں کمانوں میں مل گئے باہم
کلوخ وسنگ بھی شہؑ پر صفِ عدو سے چلے
یہ حربے سب تنِ تنہا پہ چار سو سے چلے

(۱۲۰)

ادھر سے گرز پڑا سر پہ، اور ادھر سے سہام
تمام چھن گیا چھلنی کی طرح صدرِ امامؑ
سپر کو کاٹ کے، سر پر پڑی کسی کی حسام
زمیں پہ بہنے لگا خونِ شاہؑ نیک انجام
ترس حسینؑ پہ آیا نہ ایک کافر کو
گرایا خاک پہ نیزے لگا کے سرورؑ کو

(۱۲۱)

زمیں پہ زیں سے گرے منہ کے بھل جو سبطِ نبیؐ
لکھا ہے ایک پہر شہؑ کو غش رہا طاری
جب آیا ہوش تو بیٹھے سنبھل کے ابن علیؑ
حسام ٹیک کے قائم ہوئے امامؑ جری
وفورِ ضعف سے مجبور ہوگئے شپیرؑ
سنبھل سکے نہ، کھڑے قد سے گر پڑے شپیرؑ

(۱۲۲)

پھر آیا غش تو یہ اعدا میں اختلاف ہوا
شہید ہوگئے، زندہ ہیں یا امامِ ہدا
کسی نے تب یہ پئے امتحاں عمر سے کہا
بڑے غیور ہیں سبطِ رسولؐ ہر دوسرا
حرم کو لوٹنے گر اہلِ طمع جائیں گے
حسینؑ زندہ جو ہوں گے نہ تاب لائیں گے

(۱۲۳)

پسند آئی بنِ سعد کو جو یہ تدبیر
دیا یہ حکم کہ لوٹو حرم کو بے تاخیر
چلے خیامِ شہؑ دیں جو لوٹنے بے پیر
تو گھٹنے ٹیک کے اٹھ بیٹھے حضرتِ شبیرؑ
کہا یہ شاہؑ نے بیتاب ہو کے اعدا سے
تمہیں تو کام لعینو! ہے ابنِ زہراؑ سے

(۱۲۴)

میں تم سے لڑتا ہوں تم مجھ سے لڑتے ہو یارو
یہ عورتیں ہیں، بھلا ان سے کام کیا تم کو
ابھی میں زندہ ہوں، ان کو نہ لوٹنے جاؤ
جفا و ظلم سے آؤ مجھے شہید کرو
میں دیکھوں قید حرم ہوں مرے مصیبت سے
بہت بعید ہے یہ بات میری غیرت سے

(۱۲۵)

صدائے شہؑ جو سنی اشقیا پلٹ آئے
کہا کہ آپ کا ارشاد ہم بجالائے
بجا یہ تم نے کہا، اے رسولؐ کے جائے
جو آبرو ہی مٹے کیوں بشر نہ گھبرائے
چھپائیں کیوں یہ خبر، کیا کسی سے ڈرتے ہیں
اب آ کے خیر تمہیں کو شہید کرتے ہیں

(۱۲۶)

عمر کے حکم سے خنجر لئے جو شمر بڑھا
وفورِ ضعف سے بے ہوش پھر ہوئے مولاؑ
قریب شاہؑ کے آیا تو کیا یہ قہر کیا
دو زانو آہ شقی صدرِ پاک پر بیٹھا
غشی سے آنکھ کھلے بھی تو کیا نظر آئے
شقی کے بوجھ سے ناوک جگر میں در آئے

(۱۲۷)

گلے پہ شاہؑ کے رکھا جو شمر نے خنجر
کہا حسینؑ نے آہستہ سے کہ اے اکفر
یہ کیا ارادہ کیا ہے شقی خدا سے ڈر
سقر میں جائے گا مجھ بے خطا کو ذبح نہ کر
کمال حق نے دیا ہے شکیب میں مجھ کو
جو قتل کرنا ہے لے چل نشیب میں مجھ کو

(۱۲۸)

کروں شقاوتِ شمر لعیں کو کیا میں بیاں
ہوا نشیب کو کس طرح لے کے شہؑ کو رواں
اشارتاً میں کہوں، تا نہ ہو یہ حال نہاں
سوار ہوکے نہ پیدل چلے امامؑ زماں
عجیب ظلم سے شمر شریر لاتا تھا
کہ خط زمیں پہ تنِ شہؑ کا پڑتا جاتا تھا

(۱۲۹)

وہاں پہنچ کے ہوئے حشر کے عیاں آثار
کہ مستعد ہوا قتل حسینؑ پر غدار
گلے پہ پیاسے کے بے آب کیا چلی تلوار
رگیں جو خشک تھیں، رکتا تھا دستِ ظلم شعار
مصیبتیں دمِ آخر جو اس ولی پہ ہوئیں
جفائیں ذبح میں ایسی نہیں کسی پہ ہوئیں

(۱۳۰)

کمال ظلم سے کاٹا شقی نے جسم سے سر
عداوت آپ سے رکھتا تھا کیا وہ بانئ شر
بگوشِ دل یہ ستمگر سنے تو شق ہو جگر
زمیں پہ پھینک دیا شمر نے سرِ انور
پسِ فنا بھی شہِؑ دیں پہ ظلم کیا نہ ہوا
پکڑ کے زلفیں کوئی سر لئے روانہ ہوا

(۱۳۱)

بجے جو فتح کے باجے سپاہ میں ناگاہ
حرم بھی ہوگئے قتلِ حسینؑ سے آگاہ
سروں کو پیٹ لیا سب نے باغمِ جانکاہ
طمانچے منہ پہ لگاتی تھیں بنتِ شیرِ الٰہ
ہوا نہ ضبط تو بیتاب ہوگئیں زینبؑ
حرم سے پیٹ کے باہر نکل پڑیں زینب

(۱۳۲)

ستم گروں نے سرِ شہؑ چڑھایا نیزہ پر
سناں پہ فرقِ شہؑ دیں کے وا تھے دیدۂ تر
قریب نیزہ کے پہنچیں جو دخترِ حیدرؑ
بہن کو بلوہ میں دیکھا گیا نہ شہؑ سے مگر
ہجومِ عام میں نالے کئے جو خواہرؑ نے
حیا سے نیزہ پہ کیں بند آنکھیں سرورؑ نے

(۱۳۳)

کئے یہ زینبؑ ناشاد و نامراد نے بین
شہید ہوکے بھی بھائی ملا نہ تم کو چین
تمہارے غم میں نہ کیوں کر بپا ہو شور وشین
مرے جری، مرے پیارے، مرے غریب حسینؑ
کیا سوال تو کیا طعن سے جواب دیا
نہ مرتے مرتے ستمگر نے تم کو آب دیا

(۱۳۴)

کسی جفا سے نہ باز آیا شمرِ ظلم پسند
سناں پہ آپ کے سر کو کیا شقی نے بلند
ابھی تو کھولے تھے آنکھیں رسولؐ کے فرزند
بہن کو دیکھ کے بلوہ میں کرلیں آنکھیں بند
رہیں گے حشر تلک ذکر اس مصیبت کے
بہن نثار ہو بھیّا تمہاری غیرت کے

(بقیہ صفحہ ۸۰/---------پر)

(۱۱۱)

دیکھ کر زخموں کو صد چاک ہوا قلب حزیں
چرخ تھراتا تھا ہلتی تھی جو مقتل کی زمیں
پاؤں رکھتے تھے کسی جا پہ تو پڑتا تھا کہیں
لے کے لاشے کو چلے گھر کی طرف خسرو دیں
کبھی میت کو کبھی چرخِ بریں کو دیکھا
راہ میں زینبؑ ناشاد وحزیں کو دیکھا

(۱۱۲)

کہا فرمایئے زندہ تو ہے یہ رشک قمر
کہا ہاں، ہم تو ہیں زندہ، پہ نہیں ہیں اکبرؑ
کہا زینبؑ نے یہ چہرے کی بلائیں لے کر
لگ گئی اس کی جوانی پہ زمانے کی نظر
شوق ہے گھر میں یہ آوارہ وطن لے جائے
بھائی دے دیجئے لاشہ، کہ بہن لے جائے

(بقیہ صفحہ ۶۵ رکا........)

(۱۳۵)

مثالِ مہرِ قیامت ہے نیزہ پر سرِ شاہؑ
میں دیکھ سکتی نہیں ہوں نہیں ہے تابِ نگاہ
سحابِ غم کی گھٹا چھا گئی یہ کیسی آہ
کمال کو بھی ابھی تو نہ پہنچا تھا اے ماہ
ابھی نہ دن تھے جہاں سے تمہاری رحلت کے
گہن میں آ گیا تو اے قمر امامت کے

(۱۳۶)

بیانِ حضرتِ زینبؑ بس اب نہ کر فاخرؔ
ہے ہاتھ باندھے طبیعت بھی گو تری حاضر
یہ اختصار نہیں عاجزی سے، ہوں قادر
ہو طولِ نظم نہ احباب کے گراں خاطر
یہ فیض، طبع کا ہے یا یہ فیض ماہرؔ ہے
پر اب معینِ سخن ہے، نہ کوئی ناصر ہے